تحریر: ایس ایس بخاری

جہانِ نسواں

اس جرم پہ مارا کہ گنہگار نہ تھا۔

آج صبح اخبار اٹھاتے ہی جس خبر پر نظر پڑی وہ یہ ہے "پرائمری تعلیم لازمی کا مسودہ تیار، تعلیم نہ دلانے والے والدین کو سزا دی جاسکے گی جو جرمانہ کے علاوہ قید کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے۔" (نوابزادہ منصور احمد) نہ جانے کیوں پھر اس کے بعد مزید کسی خبر کو دیکھنے پر طبیعت آمادہ نہ ہوئی۔ دل ودماغ میں اک کشمکش سی پیدا ہوئی تو چشم تصور میں ان ہزاروں مجرم والدین کے چہرے آگئے جو اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلاتے۔ اور پھر میرے دل میں اک عجیب سی خواہش پیدا ہوئی۔ میرا جی چاہا کہ چند وہ مجرم والدین جن کو میں ذاتی طور پر جانتی ہوں ان کا تعارف آپ سب سے اور ارباب بست وکشاد سے کراؤں۔ ویسے بھی کسی قانونی مجرم کی پردہ پوشی کوئی اچھی بات نہیں۔

سب سے پہلے میں اس عورت کا ذکر کروں گی جسے میں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے گھر آتے دیکھا۔ اس کا گھر بار اور شوہر آزادی کی بھینٹ چڑھے۔ بیٹا ہے نہیں۔ بیوگی میں دو بیٹیاں پالیں اور بیاہ دیں ایک اپنے گھر میں ہے اور دوسری کو میاں نے مع تین بچوں کے طلاق دے کر بھیج دیا ہے۔ اور اب صورت حال کچھ یوں ہے کہ وہ خود ہڈیوں کا ڈھانچہ چند مخصوص گھروں سے آٹا وغیرہ مانگ کر لے جاتی ہے، اسکی مطلقہ بیٹی کسی کے ہاں اپلے تھاپتی ہے اور اسکی مزدوری میں اسے چولہا جلانے کو اپلے مل جاتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ چولہا جلانے کی نوبت دو، دو دن نہیں آتی، بچوں کی عمریں اتنی ہیں کہ اگر انہیں کسی کام پر لگایا جائے تو معاشرہ اسے ظلم سمجھتا ہے، اور اگر انہیں پڑھانے کا سوچا جائے تو تعلیمی اخراجات کسی اژدھے کی طرح نگلنے کو تیار ہیں۔ لہذا بچوں کے شب و روز گلیوں سڑکوں میں گزرتے ہیں۔

شریفاں بھی ہمارے معاشرے کا ایک فرد ہے۔ میں نے جب اسے دیکھا تو وہ پرانے نائیلون کے بدلے پیالے دے رہی تھی اور آج آٹھ دس سال گزرنے کے بعد بھی اسکی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ پہلے میاں بھی ساتھ دیتا تھا اور ٹوکریاں بنا کر بیچتا تھا لیکن اب وہ بھی فوت ہو گیا ہے، بڑے بچے اپنے اپنے گھروں میں ہیں چھوٹا لڑکا اور لڑکی اس کے پاس تھے پچھلے دنوں اسکی لڑکی شدید بیماری کی لپیٹ میں آگئی ساری جمع پونجی لگانے کے بعد بھی جب آرام نہ آیا تو وہ کسی کے گھر بیٹی کی زندگی کا سوال کرنے گئی اور جب وہ قرض لے کر لوٹی تو اسکی بیٹی ہر دکھ اور مصیبت سے آزاد ہو چکی تھی۔ بلکہ ماں کو بھی ایک نئی مصیبت یعنی قرض سے بچا گئی تھی۔

بیٹا جسکی عمر بارہ تیرہ سال ہے ایک چائے کے ہوٹل پر کام کرتا ہے اور وہ خود اسی طرح پیالے بیچتی ہے کسی دن جب نو بہار کی نہر سے چل کر کچہری روڈ تک چار پانچ میل کا سفر طے کرنے کے بعد اسکی ایک پیالی بھی نہیں بکتی تو بے اختیار اسکی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں وہ بیٹے کو پڑھانے کی خواہش رکھتی ہے لیکن فاقوں کا تصور

اسکی اس خواہش کو کچل دیتا ہے اور اسے جھرجھری سی آجاتی ہے۔

روبینہ کا شمار کلاس کی ذہین لڑکیوں میں تھا گزشتہ دنوں پتہ چلا کہ وہ سکول چھوڑ گئی ہے بڑی حیرت ہوئی ۔لیکن بعد میں جو وجہ معلوم ہوئی وہ بھی سنیئے! باپ ٹی بی کا مریض، بھائی کسی کی پاور لومز پر ملازم ہے کبھی کام مل جاتا ہے اور کبھی ہفتوں فارغ، ماں گھر میں چرخہ چلاتی تھی اور گزارہ ہوتا تھا لیکن اب اسکی ہمت بھی جواب دے گئی ہے۔لٰہذا اب روبینہ دن رات چرخہ چلا کر سوت باٹتی ہے اور چرخہ چلاتے ہوئے جب اسے اپنی تعلیم کا خیال آتا ہے تو اسکی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو اسکے ہاتھوں بٹے ہوئے سوت میں جذب ہو جاتے ہیں۔اس کے دل میں یہ خواہش بھی ابھرتی ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بہن بھائی کو تعلیم دلوائے لیکن جب وہ اپنے حالات کا جائزہ لیتی ہے تو اسے اپنی یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی اور چھن سے کوئی چیز اس کے اندر ٹوٹتی ہے تو وہ انتہائی تیزی سے چرخہ چلادیتی ہے تاکہ اسکی آواز میں اسے اپنے اندر کا شور نہ سنائی دے۔

ملاحظہ فرمائیے یہ ہیں وہ مجرم جن کے لئے سزا کا قانون تجویز ہو چکا ہے اور اسمبلی کے پاس کرنے کی دیر ہے۔ہمارا نہیں بلکہ کسی بھی قوم کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ زمام اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ آئے جنھوں نے زندگی کے فراز ہی فراز دیکھے ہوں نشیب کا ان سے کیا تعلق؟ منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہونے والے کیا جانیں کہ کچھ وجود روکھے نوالے کو بھی ترستے ہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں کی مالیت کے بنگلوں میں رہنے والوں کو کیا پڑی کہ کچی بستی کے مکینوں کی حالت زار سے واقف ہوں، پاجیرو، لینڈ کروزر میں سفر کرنے والے کو کیا مجبوری ہے کہ وہ سائیکل سوار کی طرف نگاہ بھی اٹھائے، جس کے بچوں کا ماہانہ سکول خرچ دس ہزار ہو اسے کسی پاگل کتے نے کاٹا ہے جو وہ یہ جانتا پھرے کہ کسی کے پاس ایک پینسل خریدنے کی بھی استطاعت نہیں۔ نوابزادہ صاحب بھی آخر جدی پشتی نواب ہیں انہوں نے اگر یہ اعلان فرمایا ہے تو بالکل بجا ہے۔لیکن ان سے کسی سوال سے قبل تصویر کے دوسرے رخ کی ایک ہلکی سی جھلک بھی ضروری ہے۔کالج اور یونیورسٹیوں کو تو چھوڑیئے کہ وہ تو ہیں ہی جیالوں کی کمیں گاہیں، پرائمری اور سیکنڈری سکولوں کی صورت حال کسی سے پوشیدہ نہیں یہ اور بات کہ جرأت رندانہ نہیں۔ معلم اور معلمات آپس میں ہزارہا اختلاف کے باوجود ایک بات پر پوری قوت سے متفق ہیں اور وہ یہ ہے کہ بچوں کو سکول میں کچھ نہ پڑھایا جائے۔کیوں؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ٹیوشن جاتی ہے۔امتحان میں کامیابی پر جو بچہ اپنی کسی مجبوری کی بنا پر استاد کی "خاص خدمت" کرنے سے محروم رہ جائے تو وہ پھر یہ نوشتۂ دیوار پڑھ لے کہ آئندہ وہ نمایاں کامیابی کا تصور بھی دل سے نکال دے خواہ وہ پڑھائی میں دن رات ایک کیوں نہ کردے۔آپ اعداد و شمار کرکے دیکھ لیں بچوں کی حاضریاں زیادہ ہیں یا قوم کے معماروں کی؟

میں نے ایک انتہائی معروف سکول میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ بچیاں جو چادریں اوڑھ کر آتی ہیں وہی انہوں نے برآمدے میں دھوپ کی تپش سے بچنے کے لئے لگا رکھی تھیں کیونکہ ان کا کلاس روم یہی ہے۔

میرے خیال میں آپ کے نزدیک تو یہ تمام باتیں بھی تعلیمی جذبہ، شوق اور لگن پیدا کرنے میں ممد و معاون ہیں۔چلیے مان لیتے ہیں کہ یہ بھی درست ہے۔اور پھر جب واقعی کچھ دھن کے پکے نہ صرف یہ بلکہ اس قسم کی ہر سطح پر پیش آنے والی کارروائیوں سے نبرد آزما ہو کر ڈگریاں لے کر نکلتے ہیں تو مستقبل کا خوف ان کی رگوں میں خون

بھی منجمد کر دیتا ہے۔ جب ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر سیلز مین یا میڈیکل ریپ بننے پر، چار ایم اے کرنے والا کلرکی پر، ایم فل کرنے والا میڈیکل سٹور کھولنے پر مجبور ہو جاتا ہے تو اس وقت کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ خان صاحب! کیا آپ یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ ان کو اس صورت حال سے دو چار کرنے والے مجرموں کے لئے بھی کوئی قانون اسمبلی میں لایا جا رہا ہے؟ آپ کیا جانیں کہ انکو معاشرے میں اعلیٰ مقام دلانے، تعلیم یافتہ اور معزز شہری بنانے کے لئے انکے والدین نے یا خود انہوں نے کیا کیا اذیتیں برداشت کی ہیں۔ عمر کا بہترین حصہ صرف کرنے اور حوصلہ شکن تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کے بعد ماسوائے مایوسی اور کاغذ کے ایک ٹکڑے کے "کہ جسکا نام آپ نے ڈگری رکھ چھوڑا ہے" اور کیا ملا؟ کون سے والدین ہیں جو نہیں چاہتے کہ ان کی اولاد معاشرے میں معزز و ممتاز مقام کی حامل ہو، لیکن جب معاشی مجبوریاں، معاشرتی ناہمواریاں اور طبقاتی کشمکش ان کے اعصاب شل اور ان کے حوصلے پست کر دیتی ہیں تو وہ یہ سب کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کیا آپ اس پر اظہار خیال فرمائیں گے کہ لازمی تعلیم کے قانون کے نفاذ کے بعد آپ ایسے والدین اور ان بچوں کی کفالت، تعلیمی اخراجات اور معاشی ضروریات کا بھی بندوبست کریں گے؟ کیا آپ والدین کے اس خدشے اور وسوسے کو دور کر سکیں گے کہ ان کا بچہ جب تعلیمی ادارے سے فارغ ہوگا تو اسکے ہاتھ میں ڈگریاں ہوں گی یا کلاشنکوف؟ وہ معاشرے کا ایک باکردار اور صالح فرد ہوگا یا کسی سیاسی جماعت کا آلۂ کار؟ اور میرے خیال میں یہ ضمانت دینے کی پوزیشن میں تو آپ ضرور ہیں کہ جب انکا بچہ ڈگری لے کر نکلے گا تو اس کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے آپ اسے فوراً ملازمت دے دیں گے..... آخر میں ایک ذاتی سا سوال، نوابزادہ صاحب! آپ کے ہاں تو نسل در نسل ملازمین چلے آرہے ہیں ان کے بچے تو آپ کے بچوں کے ساتھ ہی سکولوں میں جاتے ہوں گے؟ کیونکہ آپ جیسی روشن خیال شخصیت سے تو یہی توقع ہے اور ویسے بھی تعلیم تو سب کا یکساں اور بنیادی حق ہے۔.......

اہلِ سنّت کا روپ دھار کر رافضیت و سبائیت پھیلانے والے مذہبی بہروپیوں کا مکمل
پوسٹ مارٹم معرکۂ حق و باطل میں ایک حق پرست عالم دین کی صدائے رستاخیز
فتنۂ سبائیت کے تابوت میں پہلا کیل ⊖ باطل کے ایوانوں میں رعد کی گونج

سبائی فتنہ

(جلد اوّل) مصنّف:۔ حضرت مولانا ابو ریحان سیالکوٹی مدظلہٗ
ایک تہلکہ خیز کتاب ★ ایک علمی محاسبہ قیمت ۱۰۰ روپے
بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان